تاریخ کا شرمناک ورق

کربلا کے خوں ریز معرکہ میں عورتوں کا حصہ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

دنیا میں مذہب وملت کی تفریق سے الگ اگر کچھ ہے تو وہ عورت کا احترام۔عورت پر کوئی وار لگانا عورت پر ہاتھ اٹھانا تمدن وشائستگی کے خلاف اور حمیت وغیرت انسانی کے بالکل منافی ہے۔

شجاعت کا مذہب جو خود ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس میں بھی یہ امر انتہا درجہ کا قابل نفرت قرار دیا گیا ہے۔

تمام دنیا کی اقوام میں عرب سب سے زیادہ ایسے اصول وقواعد کے پابند تھے۔وہ شجاعت کا جوہر رکھتے تھے۔تو اس کے حقوق سے بھی واقف تھے اور اس کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔

مگر یہ حقیقت ہے کہ کربلا کی سرزمین پر کینہ وعداوت کا جذبہ کچھ اس حد تک کارفرما تھا، اور یزیدیت کی کارفرمائی نے طاغوتی خصلتوں کو کچھ اس طرح برانگیختہ کیا تھا کہ تمام دنیا کے قاعدہ وقانون، ہر مذہب وملت کے اصول و آئین انسانیت وشرافت کے تمام فیصلوں کے خلاف وہاں ایسے ایسے شرمناک مظالم روا رکھے گئے جو عرب کیا کسی ذلیل سے ذلیل قوم میں بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھے نہیں جاسکتے۔

چنانچہ ان میں سے ایک صنف اناث کا قتل کیا جانا ہے جس کی مثال واقعہ کربلا میں موجود ہے۔

عبداللہ بن عمر کلبی کوفہ کا ایک بہادر جوان تھا جو اپنی زوجہ ام وہب بنت عبد کے ساتھ قبیلہ ہمدان کے بیئرالجعد (مقام) پر مقیم تھا۔جب عمر سعد کی فوجیں فرزند رسولؐ سے جنگ کے لئے بھیجی جارہی تھیں۔اور نخیلہ سے ان کے جتھے معائنہ کے بعد برابر روانہ کئے جارہے تھے تو عبداللہ بن عمر نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ فوج کہاں جارہی ہے؟ معلوم ہوا حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کو۔عبداللہ نے (دل میں) کہا کہ مجھے ہمیشہ کفار ومشرکین سے جہاد کرنے کی آرزو رہی ہے اور مجھے امید ہے کہ ان لوگوں سے جو اپنے نبی کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہیں، جہاد کرنے کا ثواب اس سے کم نہ ہوگا جتنا مشرکین سے جہاد کا ہوسکتا ہے۔یہ سوچ کر اپنی پاکباز بیوی کے پاس آئے اور صورت حال نیز اپنے ارادہ سے آگاہ کیا۔اس مومنہ نے ان کے ارادہ کی تعریف کی اور کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلنا۔چنانچہ دونوں آدمی کوفہ سے نکل کر کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔اور امامؑ کی خدمت میں پہنچے۔روز عاشورہ اس وقت جب لڑائی چھڑ گئی اور عبداللہ بن عمر میدان جنگ میں گئے۔اور دو آدمیوں کے قتل کرنے کے بعد یہ رجز پڑھنے لگے **ان تنکرونی فان ابن کلب حسبی بیتی فی علیم حسبی** اگر مجھے نہ جانتے ہوتو پہچان لو کہ میں کلب کا فرزند ہوں میرے حسب ونسب کے لئے اتنا کافی ہے کہ قبیلہ علیم میں میرا گھرانا ہے "**انی امرؤ ذو مرۃ وعصب و لبست بالخوار عند النکب**" میں ایک سخت مزاج درشت خصلت انسان ہوں اور مصیبت کے وقت کمزوری اختیار کرنے والا شخص نہیں ہوں۔

انی زعیم لک ام وہب بالطعن فیہم مقدما والضرب
ضرب غلام مومن بالرب

اے ام وہب! میں ذمہ داری کرتا ہوں تم سے کہ ان میں بڑھ بڑھ کر نیزے لگاؤں گا۔اور تلواریں ماروں گا۔اس

طرح کی شمشیرزنی جو خدا پر ایمان رکھنے والے جوان ہمت انسان کو کرنی چاہئے۔

معلوم نہیں ان اشعار میں کون سا جوش انگیز اثر تھا کہ ام وہب (زوجہ عبداللہ بن عمر) کے دل میں طوفانی تلاطم برپا ہوگیا، اور ایک عمود خیمہ ہاتھ میں لے کر میدان میں آگئی کہتی ہوئی: "**فداک ابی وامی قاتل ودف الطبیبن ذریة محمد**" میرے ماں باپ تم پر نثار، پاک و پاکیزہ اولاد رسولؐ کی امداد میں کوتاہی نہ کرو، جنگ جاری رکھو۔

عبداللہ بن عمر کو اس ناگہانی صورت سے انتہائی تکلیف محسوس ہوئی۔ زوجہ کے پاس آکر چاہا کہ اسے حسینؑ کی طرف واپس پہنچا دیں، مگر عورت اپنی چادر عبداللہ کے ہاتھوں سے چھڑانے لگی، اور کہنے لگی کہ "میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی، جب تک تمہارے ساتھ مجھے بھی موت نہ آئے"۔

امام حسینؑ نے جو یہ دیکھا آواز دی "اے مومنہ واپس چلی آ۔ عورتوں کو جہاد کا حکم نہیں۔" امامؑ کے حکم نے مجبور کیا اور وہ مومنہ خیمہ میں واپس آگئی۔

لیکن اب وہ وقت آیا ہے کہ عبداللہ بن عمر لڑ بھڑ کر شہید ہوگئے۔ اس وقت ان کی زوجہ ام وہب پھر بے تحاشا میدان میں آگئی اور شوہر کے سرہانے بیٹھ کر خاک وخون سر سے پاک کرنے لگی، اور کہہ رہی تھی کہ:

"**هنیأ لک الجنة**" "بہشت کی مبارکباد قبول کرو"

شمر بن ذی الجوشن نے اپنے غلام رستم کو اشارہ کیا کہ گرز اس کے سر پر مار دے۔ اس نے گرز لگایا۔ اور وہ باوفا عورت اسی جگہ شوہر کے سامنے ہی تمام ہوگئی۔

یہ واقعہ کربلا کے سلسلہ کی ان وارداتوں میں سے ہے جس پر تاریخ ہمیشہ خجالت سے سر جھکا لیا کرے گی۔ اور انسانیت کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہوگی۔

(ماخوذ از ماہنامہ "شیعہ" لاہور، محرم نمبر)

نوحہ

اشرف العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ واعظ اجتہادی

رخصت کے لئے خیمے میں آئے ہیں جو اکبرؑ، کہرام ہے برپا
حلقہ میں لیا بی بیوں نے چاند کو آکر، کہرام ہے برپا
للہ ترس کھاؤ غریبی پہ ہماری، زینبؑ یہ پکاری
مرنے کو جوانی میں نہ جاؤ علی اکبرؑ، کہرام ہے برپا
یہ اہل حرم کہتے ہیں اے لال نہ جاؤ، دل کو نہ دکھاؤ
واپس نہیں آتا کوئی میدان سے جاکر، کہرام ہے برپا
شہؑ کہتے تھے مرنے کی اجازت تو نہ دوں گا، میں خود ہی لڑوں گا
پیری میں اٹھاؤں گا نہ یہ داغ جگر پر، کہرام ہے برپا
اکبرؑ نے کہا بعد چچا کے نہ جیوں گا، جاں دوں گا مروں گا
بس میرے سوا کون ہے اب شاہؑ کا یاور، کہرام ہے برپا
جب اذن وغا مل گیا بیٹے کو پدر سے، اکبرؑ چلے گھر سے
سب اہل حرم روتے ہوئے آئے ہیں در پر، کہرام ہے برپا
اٹھتا بھی ہے گرتا بھی ہے ڈیوڑھی کا جو پردہ، ظاہر ہے یہ ہوتا
دامن سے لپٹ جاتے ہیں اکبرؑ کے سب آکر، کہرام ہے برپا
دیکھا شہ والاؑ نے بڑی یاس سے چہرہ، مینہ آنکھوں سے برسا
جاں دینے کو جب رن میں روانہ ہوئے اکبرؑ، کہرام ہے برپا
پھر سوئے فلک شہؑ نے کہا ہاتھ اٹھا کے، خلاق جہاں سے
مرنے کو چلا دشت میں ہم شکل پیمبرؐ، کہرام ہے برپا
مشتاق جو ہوتا تھا زیارت کو نبیؐ کی، تدبیر یہی تھی
بس دیکھ لیا کرتا تھا سوئے رخ اکبرؑ، کہرام ہے برپا
پھر شہؑ نے بن سعد سے فرمایا یہ مڑ کر، مٹ یونہی بد اختر
جس طرح مری نسل مٹائی ہے ستمگر، کہرام ہے برپا
شبیرؑ نے اکبرؑ سے کہا اے مرے پیارے، ہے سامنا رن سے
مڑ مڑ کے مجھے دیکھتے جانا مرے دلبر، کہرام ہے برپا
آگے جو بڑھا رن میں یہ زینبؑ کا پیارا، غربت کا سہارا
شہؑ پیچھے چلے روتے ہوئے بادل مضطر، کہرام ہے برپا
فرماتے ہیں شہؑ پانی کہاں ہے مرے دلبر، لب تر کروں کیوں کر
دو اپنی زباں منہ میں مرے تشنہ ومضطر، کہرام ہے برپا
اکبرؑ دہن شہؑ میں زباں دے کے یہ بولے، لب تر ہوں میرے کیوں
مجھ سے بھی سوا خشک ہے حلق شہؑ مضطر، کہرام ہے برپا

❀❀❀